برج نرائن چک بست کی شاعری میں منظر کشی

پروفیسر محمد اسداللہ وانی

تلخیص: ادیب خواہ کوئی بھی ہو اور کسی بھی زبان کا کیوں نہ ہو وہ اپنے عہد اور ماحول کا پروردہ اور نمایندہ ہوتا ہے۔ اُس کی تخلیقات کا ماخذ اس کا ماحول اور اُس کے عہد کے حالات ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنی زبان کا لبادہ پہنا کر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس لیے جب ہم کسی زبان کے ادیب، شاعر یا فن کار کے فن پارے کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خمیر اُس کے عصری ماحول میں پنپ رہی مختلف اقدار اور ان کے معیار سے تیار ہوتا ہے۔ اس کلّیہ کے مطابق جب ہم برج نرائن چکبست کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری اُن کے عہد کی عکاس اور ترجمان ہے جنہوں نے اردو کی غزلیہ شاعری میں پہلی بار سیاسی رنگ قائم کیا ہے۔

کلیدی الفاظ: منظر نگاری، معاشرتی بیداری، حب الوطنی، تخلیقی بصیرت، عصری ماحول، مرقع نگاری

برج نرائن چکبست اردو کے ایک اہم اور سربرآوردہ شاعر تھے۔ اُن کے آبا و اجداد اصلاً برہمن نژاد کشمیری تھے جنہوں نے کشمیر سے ہجرت کر کے لکھنؤ کو اپنا وطن بنایا لیکن وہ ۱۹؍جنوری ۱۸۸۲ء کو فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں انہوں نے قانون کی ڈگری حاصل کر کے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور وہ لکھنؤ کے ممتاز وکلاً میں شمار ہونے لگے۔ ۱۲؍فروری ۱۹۲۶ء کو لکھنؤ کے ریلوے سٹیشن پر اُن پر فالج کا ایسا حملہ ہوا کہ چند گھنٹوں میں اُن کا وہیں انتقال ہو گیا۔ محشر لکھنوی نے انہیں کے ایک مصرع سے اُن کی تاریخ وفات نکالی

اُن کے ہی مصرع سے تاریخ ہے ہمراہ عزا
موت کیا ہے ان ہی اجزا کا پریشاں ہونا

چکبست کا عہد ہندوستان کی سیاسی ،سماجی ،معاشی اور معاشرتی بیداری کا عہد تھا۔ یہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم ترین دور تھا جب یہاں کے عوام انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہونے کی سبیلیں سوچ رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں آزادی کی تحریک کا باضابطہ آغاز ہو چکا تھا لیکن انگریزوں نے اُسے بُری طرح سے کچل دیا تھا جس کی وجہ سے عوام میں ایک عرصہ تک نہ صرف شکست خوردگی اور مایوسی کا عالم طاری رہا بلکہ ملک کو زبردست اتھل پتھل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ چکبست کے متعدد ہم عصر شعرا کی شاعری میں اگرچہ اُس عہد کے سیاسی اور سماجی حالات ،واقعات ،اقدار اور دوسرے گونا گوں مسائل کی عکاسی ملتی ہے لیکن اس ضمن میں برج نرائن چکبست کو جو اختصاص اور انفرادیت حاصل ہے وہ کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے عہد کے سیاسی واقعات ،جنگِ آزادی کے خیالات ،قومی تصوّرات ،حب الوطنی کے جذبات اور تعلیمِ نسواں کی اہمیت وافادیت جس شاعرانہ تاثر اور کامیاب فن کاری کے ساتھ بیان کیے ہیں وہ انہی کا خاصہ ہے۔

چکبست کو اردو شعر وشاعری کے ساتھ بچپن سے ہی دلچسپی تھی جس کی وجہ سے اساتذۂ اردو کے کلام کا مطالعہ اُن کا معمول بن گیا تھا۔ یہ اُن کے اسی مطالعے کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے نو برس کی عمر میں پہلی غزل کہی تھی۔ وہ اگرچہ غالب، آتش اور انیس سے کافی متاثر تھے لیکن مجموعی طور پر اُن کی شاعری میں انیس اور آتش کا اندازِ بیان زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ انیس کے تتبع میں اُنہوں نے رامائن کو مسدس کے انداز میں نظم کرنا چاہا لیکن صرف ایک سین پیش کرنے میں کامیاب ہوئے جو اردو شاعری میں ان کی مرقع نگاری کا ایک شہکار نمونہ ہے۔ 'رامائن کا ایک سین' کے عنوان سے اُن کی یہ نظم تینتیس بند پر مشتمل ہے جس کا مطالعہ کرتے وقت میر انیس کے زورِ بیان کے احساس کے ساتھ ساتھ انسانی جذبات کی پُرجوش ترجمانی اور مختلف مناظر کی بھرپور عکاسی بھی ہوتی ہے۔ یہ نظم رام چندر اور ان کی ماں کے مابین ایک مکالمہ پر مشتمل ہے جس کا آغاز رام چندر کی رخصتی کے منظر کے جن اشعار سے ہوتا ہے اُن کی قرأت قاری کو جس طرح اپنی گرفت میں لیتی ہے یہ چکبست کی

ذہانت اور فکرِ رسا کا کمال ہے۔اس نظم کے ابتدائی بند ماں اور بیٹے کی ملاقات کی عمدہ منظر کشی کا مظہر ہیں:

رخصت ہوا وہ باپ سے لے کر خدا کا نام
راہِ وفا کی منزلِ اوّل ہوئی تمام
منظور تھا جو ماں کی زیارت کا انتظام
دامن سے اشک پونچھ کے دل سے کیا کلام
اظہارِ بے کسی سے ستم ہو گا اور بھی
دیکھا ہمیں اُداس تو غم ہوگا اور بھی
دل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ نونہال
خاموش ماں کے پاس گیا وہ صورتِ خیال
دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ جاں
سکتہ سا ہو گیا ہے یہ ہے شدّتِ ملال
تن میں لہو کا نام نہیں زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں کوئی تصویر سنگ ہے
کیا جانے کس خیال میں گم تھی وہ بے گناہ
نورِ نظر پہ دیدۂ حسرت سے کی نگاہ
جنبش ہوئی لبوں کو،بھری ایک سرد آہ
لی گوشۂ چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ
چہرے کا رنگ حالتِ دل کھولنے لگا
ہر موئے تن زباں کی طرح بولنے لگا

یوں چکبست کی یہ محاکاتی نظم اوّل تا آخر فن اور فکر کے اعتبار سے نہ صرف قابلِ مطالعہ ہے بلکہ جذبات اور خیالات کے اظہار اور ان کی ترسیل کے اعتبار سے اختتام کے یہ بند بھی مرقع نگاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

بن باس پر خوشی سے جو راضی نہ ہوں گا میں

کس طرح منہ دکھانے کے قابل رہوں گا میں
کیوں کر زبانِ غیر کے طعنے سنوں گا میں
دُنیا جو یہ کہے گی تو پھر کیا کہوں گا میں
'لڑکے نے بے حیائی کو نقشِ جبیں کیا
کیا بے ادب تھا؟ باپ کا کہنا نہیں کیا'
تاثیر کا طلسم تھا معصوم کا خطاب
خود ماں کے دل کو چوٹ لگی سن کے یہ جواب
غم کی گھٹا سے مٹ گئی تاریکیِ عتاب
چھاتی بھر آئی ضبط کی باقی رہی نہ تاب
سرکا کے پانو،گود میں سر کو اٹھا لیا
سینہ سے اپنے لختِ جگر کو لگا لیا
دونوں کے دل بھر آئے ہوا اور ہی سماں
گنگ و جمن کی طرح سے آنسو ہوئے رواں
ہر آنکھ کو نصیب یہ اشکِ وفا کہاں
ان آنسوؤں کا مول اگر ہے تو نقدِ جاں
ہوتی ہے ان کی قدر فقط دل کے راج میں
ایسا گہر نہ تھا کوئی دسرت کے تاج میں

چکبست کی شاعری بالخصوص اُن کی منظومات اُن کی تخلیقی بصیرت اور خلاّقی کا آئینہ ہیں ۔'خاک ہند،وطن کا راگ،آوازۂ قوم،فریادِقوم،نالۂ درد،ہماراوطن دل سے پیارا وطن،وطن کو ہم،وطن ہم کو مبارک،پھول مالا (قوم کی لڑکیوں سے خطاب)،دردِ دل (نوجوانوں سے خطاب)،نالۂ یاس،گائے،قومی مسدس،گوپال کرشن گوکھلے،بال گنگا دھر تلک،جلوۂ صبح،کشمیراور'سیر ڈیرہ دون، وغیرہ منظومات جہاں حب الوطنی کے جذبات سے مملواور اُن کے عہد کی ترجمان ہیں وہاں اِن منظومات میں مناظر فطرت کی بھی بے پناہ عکاسی ملتی ہے۔

چکبست کا ادبی مذاق لکھنوی تھا اور وہ سر تا پا اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہیں اردو تو اردو فارسی کی بھی جامع اور وسیع معلومات تھیں۔ ادب میں وہ لکھنو اسکول سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے مخصوص انداز، لب ولہجہ، تکلّف اور خارجیت کے لیے مشہور رہا ہے۔ اس اسکول سے وابستہ ادبا فن پارے کے ظاہری پیکر تراشی، معنویت اور مرصّع سازی کے زیادہ قائل تھے لیکن چکبست کو اس ادبی اسکول سے وابستہ ایک اہم نمایندہ ہونے کے باوجود یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ انہوں نے پیکر تراشی کے ساتھ ساتھ معنویت اور مرصع سازی کو آگے بڑھایا اور شاعری کو صنعت گری کے علاوہ موضوع اور خیال کی نئی جہتوں سے آشنا کرایا۔ وہ چونکہ حساس ذہن کے مالک تھے اس لیے انہوں محسوس کیا کہ زندگی فقط محبوب کی اُنگیا، چوٹی، دہن اور کمر تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کے معاملات اور مسائل کی دُنیا بہت عریض و بسیط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لکھنو اسکول کے نمایندہ ہوتے ہوئے انہوں نے خارجیت کی جگہ داخلیت کو رواج دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس عہد کے دوسرے شعرأ کے مقابلے میں اپنی شاعری میں چونچلوں اور معاملہ بندیوں کی جگہ حیات و کائنات کے مسائل کے ساتھ ساتھ اپنے ملک، سماج اور عوام کے مسائل، درد وغم، مصائب وآلام، حالات وواقعات، شاندار اور پُرشکوہ ماضی، حال کی المناکی کے خاکے اور مناظر پیش کر کے اُمید افزا مستقبل کی جانب رہنمائی کی ہے۔ یوں ان کی شاعری میں جلال و جمال کا حسین امتزاج انہیں اردو کے بڑے شعرأ کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔

چکبست کی شاعری میں ہم عصر شعرأ کی طرح حسن وعشق کے روایتی مضامین بہت کم ملتے ہیں۔ اُن کے یہاں اُن کے عہد کے انسان کا شدید درد وکرب پایا جاتا ہے۔ اُن کی شاعری حیات وکائنات کا احاطہ کرتی ہے۔ اُنہوں نے اپنی منظومات میں وطن، سماج، سیاست، معاشرت، معاشیات، اقتصادیات اور ہندوستانی عوام کی زبوں حالی کے مرقعے خاص طور پر پیش کیے ہیں۔ چکبست اقبال کے بعد پہلے اور تنہا شاعر ہیں جن کے کلام میں حب الوطنی کے عناصر اور مناظر فطرت کی عکاسی سب سے زیادہ ملتی ہے۔ 'کشمیر، برسات، جلوۂ صبح، سیرِ دیرہ دون اور اس قبیل کی دوسری نظموں میں پپیہوں کی صدائیں، موروں کا رقص، پھولوں کا مہکنا، چڑیوں کا چہکنا، ابر کے ٹکڑوں کا لہکنا، نسیمِ سحری کا

دبے پاؤں چلنا، جھرنوں اور آبشاروں کے دل نشین نغمے انہوں نے اپنی نظموں میں ایسے فنکارانہ اور دلفریب انداز میں الاپے ہیں کہ قاری کی آنکھوں کے سامنے سارے مناظر کسی فلم کی مانند رقص کرنے لگتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں انہوں نے اپنی منظومات میں ہندوستان کے علم و فن کی اہمیت، رشیوں اور منیوں کی عظمت، سورمیروں، راجاؤں اور بادشاہوں کے جاہ وجلال کا ذکر انتہائی محبت اور فن کارانہ چابکدستی سے ایسے کیا ہے کہ قاری خود اپنے آپ کو ان حالات اور واقعات کا ایک حصّہ تصوّر کرنے لگتا ہے۔

چکبست نے اپنی شاعری میں صرف ہندوستان کی غلامی، حبّ الوطنی کے گیت، سورمیروں، لیڈروں اور قومی ہیروؤں کے مراثی، قوم کے جہل ونفاق اور بغض وعناد کے جیتے جاگتے مرقعے پیش کیے ہیں بلکہ انہوں نے ایسی منظومات میں فطرت کی منظر نگاری بھی کمال درجہ کی کی ہے۔ چونکہ چکبست نے اقبال کی طرح حیات وکائنات کا گہرا اور تفصیلی مطالعہ کیا تھا اسی لیے اُن کی شاعر بھی اقبال کی طرح مصوّرانہ بانکپن لیے ہوئے ہے۔ رامائن کا ایک سین، وطن کا راگ، گوپال کرشن گوکھلے، آوازۂ قوم، فریادِ قوم،، بال گنگا دھر تلک، جلوۂ صبح' اور 'سیر دیرہ دون' وغیرہ نظموں میں ایسی کوئی نظم نہیں ہے جس میں انہوں نے فطرت کی بھر پور عکاسی نہ کی ہو، لیکن جہاں تک منظر نگاری کا تعلق ہے اس ضمن میں چکبست کی جلوہِ صبح، کشمیر، برسات اور سیر دیرہ دون جیسی منظومات فطرت کی مصوری اور منظر نگاری کے دل کش ادب پارے ہیں۔ 'سیرِ دیرہ دون' کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

یہیں بہار کا پہلے پہل ہوا تھا شگوں
عجیب خطۂ دل کش ہے شہرِ دیرہ دوں
نگاہِ شوق نے کیا کہیے کیا سماں دیکھا
نئی زمین نیا رنگِ آسماں دیکھا
سنا کرتے تھے وہ باغ پُر فضا ہے یہی
اگر پہاڑ ہیں جنت تو راستہ ہے یہی
ازل میں تھی جو فضا اُس کا یادگار ہے یہ
نشیبِ کوہ میں گہوارۂ بہار ہے یہ

گھنے درخت ہری جھاڑیاں زمیں شاداب
لطیف وسرد ہوا پاک وصاف چشمۂ آب

اس نظم میں منظر نگاری کا یہ پہلو ملاحظہ ہو کہ دیرہ دون کا مقام ایک گلدستے کی مانند حسن کا ایک ایسا طلسم لگتا ہے جہاں کے شجر وحجر صف بستہ ہوکر سنتریوں کی طرح یہاں قیام کی غرض سے آنے والے مسافروں کا استقبال کرتے ہیں:

طلسم حسن کا ہے بیچ میں یہ گلدستہ
کھڑے ہیں کوہ وشجر پہلوؤں میں صف بستہ
یہاں جو آ کے مسافر قیام کرتے ہیں یہ
سنتری پہلے انہیں سلام کرتے ہیں

یہ منظر کس قدر دل نواز ہے جب بلندیوں سے نشیب کی جانب رواں پیچ وخم کھاتا ہوا ندّی کا پانی نگاہ کو فریب دیتا ہوا ایسے لگتا ہے جیسے بل کھاتا ہوا سپید ناگ چلا جا رہا ہے:

بلندیوں سے جو ہو مائلِ نشیب نظر
فریب دیتا ہے ندّی کا پیچ وخم اکثر
نگہ کو دور سے پانی ہے جو نظر آتا
سپید ناگ چلا جا رہا ہے بل کھاتا

انسان اور دیگر موجودات کے بارے میں چکبست کا یہ تصور بھی ملاحظہ ہو:

درخت وکوہ ہیں کیا ذات پاک انساں کیا
طیور کیا ہیں ہوا کیا ہے ابرو باراں کیا
یہ موجِ ہستی بیدار کے عناصر ہیں
سب ایک قافلۂ شوق کے مسافر ہیں
یہ دل کے ٹکڑے ہیں قدرت کے ان میں بیر نہیں
سب ایک گود کے پالے ہیں کوئی غیر نہیں
فضائے کوہ میں ایسی ہوا سماتی ہے
بشر کی روح کو راحت کی نیند آتی ہے

بس ایک عالمِ ہو چار سمت طاری ہے
نہ شور و شر ہے نہ دنیا کی آہ و زاری ہے
اثر دکھاتا ہے قدرت کا نغمۂ دل گیر
شجر حجر سے ٹپکتی ہے راگ کی تاثیر
یہ راگ وہ ہے جو مضراب کا اسیر نہیں
یہ صرف کان کے پردوں میں گوشہ گیر نہیں
دل اپنے رنگ میں بیتاب تھا اس ارماں سے
کہ اس فضا میں ہو آزاد روح زنداں سے
اجل جو آئے تو اس کوہسار کے نیچے
بنے مزار کسی آبشار کے نیچے

چکبست کو فطرت اور فطری مناظر سے بے حد لگاؤ تھا اسی لیے ان کی منظومات کی اکثر شاعری محاکاتی ہے۔ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے فطری مناظر کی عکاسی کو اپنے لیے لازم کر لیا تھا۔ان کی نظم 'کشمیر' میں کشمیر کے رنگ برنگے لالہ زاروں، بلند و بالا کوہساروں، ہرے بھرے مرغزاروں، بل کھاتی پگڈنڈیوں، پیچ و خم سے بہتی ندیوں، ٹھنڈے میٹھے چشموں، پُر شور آبشاروں کے علاوہ جھیل ڈل میں تیرتے شکاروں، گیت گاتے ملاحوں، میووں سے لدے باغوں اور صبح و شام کے دل کش لمحات کے مناظر پیش کیے ہیں۔کشمیر کی توصیف کرتے ہوئے چکبست کہتے ہیں:

محتاج نہیں وصف کا یہ خطۂ دل گیر
ہے رو کشِ گلزارِ جناں گلشنِ کشمیر
فردوسِ بریں اس کی ہے بگڑی ہوئی تصویر
واں موجِ ہوا میں دمِ عیسیٰ کی ہے تاثیر
پانی میں ہے چشموں کے اثر آبِ بقا کا
ہر نخل پہ عالم خضرِ سبز قبا کا

وہ موج ہوا کا حرکت ابر کو دینا
چشموں سے پہاڑوں کے وہ اڑتا ہواپھینا
گاتے ہوئے ملاحوں کا وہ کشتیاں کھینا
ڈل کا وہ سرِ شام ادھر کروٹیں لینا
وہ عکس چراغوں کا جھلکتا نظر آنا
پانی کا ستارہ بھی چمکتا نظر آنا
ہرلالۂ کہسار ہے شکلِ گلِ راحت
داغ اُسکے ہیں خال رُخ حورائے مسرت
ایسا نہیں قدرت نے کیا فرش کہیں پر
اس رنگ کا سبزہ ہی نہیں روئے زمیں پر
وہ صبح کو کہسار کے پھولوں کا مہکنا
وہ جھاڑیوں کی آڑ میں چڑیوں کا چہکنا
گردوں پہ شفق کوہ پہ لالے کا لہکنا
مستوں کی طرح ابر کے ٹکڑوں کا بہکنا
ہر پھول کی جنبش سے عیاں ناز پری کا
چلنا وہ دبے پاؤں نسیم سحری کا

چکبست کشمیر کی آب وہوا، وہاں کے سرسبز چمن زاروں اور صاف وشفاف ٹھنڈے پانی کے چشموں کو بیمار کے لیے صحت یابی کا باعث سمجھتے ہیں:

وہ طائرِ کہسار لبِ چشمۂ کہسار
وہ سرد ہوا وہ کرمِ ابر گہر بار
وہ میوہ خوش رنگ وہ سرسبز وہ چمن زار
اک آن میں صحت ہو جو برسوں کا ہو بیمار

یہ باغِ وطن روکشِ گلزارِ جناں ہے
سرمایۂ نازِ چمن آرائے جہاں ہے

چکبست کو علامہ اقبال کی طرح اپنے کشمیری نژاد ہونے کا دعویٰ اور فخر تو تھا ہی مگر اُنہیں اپنی دھرتی سے مہجوری کا قلق بھی تھا۔ درج ذیل اشعار میں انہوں نے کشمیر سے اپنے اس تعلق کا کیا عمدہ نقشہ کھینچا ہے:

چھوٹے ہوئے اس باغ کو گزرا ہے زمانا
تازہ ہے مگر اس کی محبت کا فسانا
عالم نے شرف جن کی بزرگی کا ہے مانا
اُٹھے تھے اسی خاک سے وہ عالم و دانا
تن جن کا ہے پیوند اب اس پاک زمیں کا
رگ رگ میں ہماری ہے رواں خون انہیں کا
ہاں میں بھی ہوں بلبل اُسی شاداب چمن کا
ہے چشمۂ فردوس یہ عالم ہے دہن کا
کس طرح نہ سرسبز ہو گلزار سخن کا
ہے رنگ طبیعت میں چمن زار وطن کا
تازہ ہیں مضامین بھی طبیعت بھی ہری ہے
ہاں گلشنِ قومی کی ہوا سر میں بھری ہے

چکبست ہندوستان کی غلامی کی وجہ سے اگرچہ بہت رنجیدہ تھے لیکن رنجیدگی کا اصل سبب فقط سیاسی غلامی نہ تھی بلکہ ہندوستانیوں کی غلامانہ ذہنیت اور فرنگی تہذیب کی کورانہ تقلید تھی جو حقیقتاً ہندوستانیوں کی جہالت اور آپسی نفاق کا نتیجہ تھی۔

کبھی تھا ناز زمانہ کو اپنے ہند پہ بھی
پر اب عروج وہ علم و کمال فن میں نہیں
غرور و جہل نے ہندوستاں کو لوٹ لیا
بجز نفاق کے اب خاک بھی وطن میں نہیں

پرانی کاوشیں دیر و حرم کی مٹتی جاتی ہیں
نئی تہذیب کے جھگڑے ہیں اب شیخ و برہمن میں

چکبست کی شاعری کا ایک پہلو اُن کی قومی شاعری ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کی وساطت سے ہندوستانی عوام بالخصوص نوجوانوں کو قومی تحریکوں کی جانب متوجہ کیا اور ان میں وطن کی محبت پیدا کرنے کی حتی الوسیع کوشش کی۔ انہیں ہندوستان کے ماضی اور یہاں کی تہذیبی اقدار سے والہانہ لگاؤ تھا۔ چنانچہ وہ اپنی نظم 'خاکِ ہند' میں بھی ہندوستان کے پُر شکوہ ماضی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے خاکِ ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہیں
دریائے فیض قدرت تیرے لیے رواں ہے
تیری جبیں سے نورحسن ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب وزینت کیا اوجِ عزوشاں ہے
ہرصبح ہے یہ خدمت خورشیدِ پُر ضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی
اس خاکِ دل نشین سے چشمے ہوئے وہ جاری
چین وعرب میں جن سے ہوتی تھی آب یاری
کشمیر سے عیاں ہے جنت کا رنگ اب تک
شوکت سے بہہ رہا ہے دریائے گنگ اب تک

لیکن چکبست کے خیال میں اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ

برسوں سے ہو رہا ہے برہم سماں ہمارا
دنیا سے مٹ رہا ہے نام ونشاں ہمارا
کچھ کم نہیں اجل سے خوابِ گراں ہمارا
اک لاش بے کفن ہے ہندوستاں ہمارا
علم و کمال و ایماں برباد ہو رہے ہیں
عیش وطرب کے بندے غفلت میں سو رہے ہیں

اس لیے صورِ حبِ قومی سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں

اے صورِ حبِ قومی اس خواب سے جگا دے
بھولا ہوا فسانہ کانوں کو پھر سنا دے
مردہ طبیعتوں کی افسردگی مٹا دے
اُٹھتے ہوئے شرارے اس راکھ سے دکھا دے
حبِ وطن سمائے آنکھوں میں نور ہو کر سر
میں خمار ہو کر دل میں سرور ہو کر
غنچے ہمارے دل کے اس باغ میں کھلیں گے
اس خاک سے اٹھے ہیں اس خاک میں ملیں گے
گرد و غبار یاں کا خلعت ہے اپنے تن کو
مر کر بھی چاہتے ہیں خاکِ وطن کفن کو

اس میں شک نہیں کہ چکبست نے بہت کم شاعری کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ اور جتنا کچھ بھی کہا ہے وہ پُر تاثیر ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقط پچاس کے قریب غزلوں ،چند مرثیوں اور کچھ نظموں پر مشتمل شعری مجموعہ ’صبح وطن‘(۱۹۸۱ء میں ’کلیاتِ چکبست‘ مرتبہ کالی داس گپتا رضا بھی شائع ہو چکی ہے) نے انہیں اردو ادب کی تاریخ کا ایک اہم شاعر تسلیم کیا ہے۔وہ اپنے دور کے جدید ترجمان ہی نہیں بلکہ ایک نمایندہ شاعر تھے جن کا اپنے ہم عصر شعرائمیں ایک بلند مقام تھا۔اُن کے مطابق نئے خیالات کو نظم کرنا ہی شاعری کے لیے کافی نہ تھا بلکہ بقول علی عباس حسینی اُن کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ

> ’’...زبان اور اسلوبِ بیان سے لطافت اور پاکیزگی کا جوہر نہ جانے پائے کیونکہ زبان میں الفاظ کی بندش سے صناعی کرنا(تصنّع نہیں)شاعری کا جزوِ اعظم ہے۔اس خیال کا اثر آپ کی غزلوں میں بھی موجود ہے‘‘

(گلستانِ نثر و نظم مطبوعہ ۱۹۹۱ء صفحات ۲۳۰۔۲۳۱)

نظموں کی طرح چکبست کی غزلیہ شاعری بھی حیات وکائنات کی نہ فقط عکاس وترجمان ہے بلکہ بعض اشعار منظر کشی کا عمدہ نمونہ بھی پیش کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

اگر دردِ محبت سے نہ انساں آشنا ہوتا
نہ کچھ مرنے کا غم ہوتا نہ جینے کا مزا ہو تا

بہارِگل میں دیوانوں کاصحرا میں پڑاہوتا
جدھر اٹھتی نظر کوسوں تلک جنگل ہرا ہوتا

درد دل پاس وفاجذبۂ ایماں ہونا
آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیاہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

فنا کا ہوش آنا زندگی کا درد سر جانا
اجل کیا ہے خمار بادۂ ہستی اتر جانا

ہم سوچتے ہیں رات میں تاروں کو دیکھ کر
شمعیں زمیں کی ہیں جوداغ آسماں کے ہیں

ذرہ ذرہ ہے مرے کشمیر کا مہماں نواز
راہ میں پتھر کے ٹکڑوں نے دیا پانی مجھے

زباں کو بندکریں یا مجھے اسیرکریں
مرے خیال کو بیڑی پنہا نہیں سکتے

یہ بے کسی بھی عجب بے کسی ہے دنیا میں
کوئی ستائے ہمیں ہم ستا نہیں سکتے

جو تو کہے تو شکایت کا ذکرکم کر دیں
مگر یقیں ترے وعدوں پہ لانہیں سکتے

باغباں نے یہ انوکھا ستم ایجاد کیا

آشیاں پھونک کے پانی کو بہت یاد کیا

مختصر یہ کہ چکبست کی شاعری کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری کا مرکزی موضوع جذبۂ حب الوطنی ہے۔اُن کی شاعری میں فلسفیانہ افکاراورواردات حسن وعشق بہت کم ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی شاعری کو ملک کی اصلاحی ، سیاسی ،اورقومی تحریکوں کومقبول عام بنانے اورعوام میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔اُن کی تمام شاعری وطن پرستی کے جذبات سے سرشار ہے۔چنانچہ اُن کی شاعری کو ہم وطنیہ یا قومی شاعری بھی کہہ سکتے ہیں ۔اُن کی شاعری کا مقصد ہندوستانی عوام کو بیدار کرنا ہے اوراس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے ناصحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے ماضی اورمشرقی تہذیب وتمدن کے ساتھ مضبوط اور پائدار رشتہ برقرار رکھنے پر زور دیا ہے ۔انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات بشمول اپنے آبائی وطن کشمیر کے حسن و جمال اور فطری مناظر کوتشبیہات اوراستعارات کے برجستہ اور برمحل استعمال سے دل چسپ اور پُر کیف انداز میں پیش کیا ہے۔چکبست کی شاعری کا ایک منفرد پہلواُن کہے ہوئے جوہ شخصی مرثیے ہیں جو انہوں اپنے احباب واقارب اورقومی رہنماؤں کے انتقال پر کہے ہیں۔ان مراثی میں انہوں نے جہاں مرحومین کی سیرت اور کردار کی خوبیاں بیان کی ہیں وہاں اُن کے ساتھ اُن کا اپناوالہانہ لگاؤ اور دردمند پیرایۂ بیان بھی حاصل مطالعہ ہے ۔چکبست کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی زبان اورانداز بیان سادہ ہے ۔اُن کی شاعری منظر نگاری اور جذبات نگاری کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ قومی بیداری اور ملک وقوم کی دردمندی کی ترجمان ہے

میں چکبست سے متعلق اپنے اس مضمون کو ڈاکٹر سید اعجاز حسین کی اس رائے پرختم کرتا ہوں جس کا اظہار انہوں نے 'مختصر تاریخ ادب اردو' میں ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''......مجموعی حیثیت سے زمانے نے ان کی بہت قدر دانی کی اور
> آج ان کی جگہ اردو شعراَ کی بزمِ اوّل میں نظر آتی ہے۔ ہمارا ادب
> چکبست کے اس کارنامہ کونہیں بھلاسکتا کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے

سیاسی حالات کواردو شاعری میں بڑی خوبیکے ساتھ پیش کیا۔"(ترمیم واضافہ ڈاکٹر سید محمد عقیل ۱۹۸۴ء ص ۱۶۰)

○○○